جدیدیت: علم انسان کی ذات ونفس سے نکلتا ہے

طبعی اور معاشرتی سائنسز کے اصل مقاصد

ا۔معاشرتی سائنسز[Social Sciences]:

مغربی تہذیب میں سائنسز کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

ا۔فطری یا طبعی سائنسز[Physical Sciences]

۲۔معاشرتی سائنسز[Social Sciences]

ان دونوں سائنسز کا مقصد مغربی اقدار کا فروغ اور سرمایہ داری کے نظام کو مستحکم کرنا ہے۔اس مضمون میں ہم معاشرتی سائنسز کا عمومی طور پر اور سیاسیات کا خصوصی طور پر جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہ ایک غیر اقداری [Value Neutral] تیکنیک نہیں ہے بلکہ مغربی اقدار کے فروغ کا ایک ذریعہ ہے۔

سوشل سائنسز کی ابتداء: مقاصد محرکات

معاشرتی سائنسز کی ابتداء ۱۷ویں صدی سے ہوئی ہے۔یہیں سے جدیدیت اور دور تنویر کے نظریات کی اداراتی صف بندی ممکن ہوئی۔جدیدیت کا خاصہ پس عیسائی سیکولرزم ہے۔اس نے انسان کا ایک نیا تصور دیا۔انسان اپنے آپ کو تخلیق کا حصہ نہیں سمجھتا بلکہ فطرت کا تخلیق دان [Actual / potential creature] سمجھتا ہے۔یہ ایک علمی اور اخلاقی دعویٰ ہے جس کے نقطہ نگاہ میں انسان ایک تخلیق کرنے والی ہستی ہے اس لیے عقل کا مقصد انسان کی خالقیت کو قائم اور مستحکم رکھنا ہے۔یعنی دنیا کے نظام کو انسان کے تابع کرنا ہے۔اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عقل غیر اقداری نہیں ہے بلکہ یہ وہ ذریعہ ہے جس کی مدد سے انسانی ارادے کو عملی شکل دی جاتی ہے تاکہ تسخیر کائنات اور تخلیق کائنات ممکن ہو۔

کائنات کسی خارجی سہارے کے بغیر چل سکتی ہے:

علم انسان کی ذات یا نفس سے نکلتا ہے:

معاشرتی سائنسز کا بنیادی تصور یہ ہے کہ کائنات ایک مکمل قائم بالذات نظام ہے جو خود کسی خارجی کنٹرول کے بغیر چل سکتا ہے۔ اس کے اندر تبدیلیاں اس کے اندرونی نظام کے تحت آتی ہیں اور کائنات کے نظام کو سمجھنے کے لیے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات کو سمجھنے کے لیے کوشاں رہے۔ علم انسان کی ذات سے ہی نکلتا ہے۔ ذات خود ہے کیا؟ یہ انسان نہیں جان سکتا یہ ایک مفروضہ ہے۔ ذات کے اظہار [Self-reflection] کے نتیجے میں فقط ذات کے تقاضے ہی جانے جاسکتے ہیں۔ ذات کی ماہیت نہیں جانی جاسکتی۔ عقل ذریعہ ہے ذات کے احکامات کو آفاقی [Universalize] کرنے کا۔ معاشرتی سائنسز جس بنیادی قدر کو فروغ دیتی ہیں وہ آزادی ہے۔ انہی معنوں میں ذات ایک خود قانون ساز [Self Legislating] اتھارٹی ہے جو اپنے قوانین خود بناتی ہے جس کے لیے اسے کسی خارجی طاقت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر ہم اسے سیکولر [Secular] کہتے ہیں یعنی یہ کہ وہ اپنی ذات کی آزادی کو کسی اتھارٹی کے سامنے پیش [Surrender] نہیں کرتی اور کسی خارجی اتھارٹی کو نہیں مانتی۔ اس طرح معاشرتی سائنسز دورتنویر کے عقائد کو حق بجانب [Endorse] ثابت کرتی ہیں۔ ایسی اداراتی صف بندی ممکن بناتی ہیں جن کے ذریعے ان علوم میں عقل کو انسانی خواہشات کو تسلیم کرنے اور حق بجالانے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

گناہ وشر کے بجائے غربت کا خاتمہ اصل مقصد ہے:

معاشرتی سائنسز میں اداروں کو اس بنیاد پر جانچا جاتا ہے کہ وہ انسانی خواہشات کو کتنا پورا کررہے ہیں اور نفس کی پرستش کرنے کا کس قدر اہتمام کررہے ہیں۔ اس ضمن میں ہمیں ہیوم اور ایڈم اسمتھ کے یہاں مزید گفتگو ملتی ہے۔ ان کے یہاں Virtue کے بجائے دولت کا حصول مقصد ذات ہے۔ بنیادی طور پر یہ افراد اس بات کے قائل ہیں کہ جسم [Body] آپ کی ملکیت ہے اور اس پر صرف آپ کا حق ہے اور آپ اسے ارتکاز دولت کے لیے وقف کردیتے ہیں۔ اس طرح نفس کی پرستش کے لیے راہ ہموار ہوجاتی ہے۔ دراصل گناہ وشر کا خاتمہ مقصد نہیں بلکہ غربت کا خاتمہ اور دیگر معاشی عوامل مقصود بن جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جس جذبے کو فروغ ملتا ہے وہ ہے دولت کی پرستش [Passion for money making] یہی وہ شے ہے جسے عیسائی Avrice اور ہم حرص کہتے ہیں یعنی کہ سرمایہ [Capital]۔

سرمایہ داری کو غلبہ کب حاصل ہوتا ہے:

سرمایہ دارانہ نظام اس وقت غالب آتا ہے جب جذبہ حرص وحسد غالب آجائے۔ معاشرتی سائنسز اس جذبے کے لیے عقلی دلائل فراہم کرتی ہیں جن کی وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام مستحکم ہوتا ہے اور معاشرے اور ریاست کی سطح پر سرمایہ کی حکومت قائم ہوجاتی ہے۔ ترقی کا مقصد انسان کی حاکمیت کو اس کائنات میں عملی جامہ پہنانے کا نام

بن جاتا ہے۔ جو معاشرتی سائنسز کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام کو رد کرنے کے لیے معاشرتی سائنسز کی مکمل تردید [Expilict rejection] کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں تحریکات اسلامی نے معاشرتی سائنسز کو ایک غیر اقداری ٹیکنالوجی کے طور پر لیا ہے اور اپنی تمام پالیسیاں انہی کی بنیاد پر بنانے لگے ہیں۔ جس سے تحریکات اسلامی کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کے اندر ضم ہو جائیں گے۔

۲۔ سیاسیات [Political Science]: مقدس مطلق وجود خداوندی کا انکار

سیاسیات جس بنیادی اکائی سے بحث کرتی ہے وہ ریاست ہے۔ یہ ریاستی سطح پر سرمایہ داری کو ممکن بناتی ہے۔ بحثییت ایک علم کے اس کی جڑیں ۱۸ویں صدی کے French Encyclopedist سے نکلتی ہیں۔ جنھویں نے عیسائی مابعد الطبیعیات کو رد کیا اور دور تنویر کی علمیت کو اپنایا۔ یہ لوگ ۱۸ویں صدی میں دور تنویر کی علمیت کے ایسے جانشین تھے کہ انھوں نے زندگی کے ہر شعبے کو سیاسی، سماجی، اخلاقی وغیرہ کو اس انسان پرست علمیت کی بنیاد پر از سر نو تعمیر کیا اور چرچ کی اتھارٹی کو ختم کرنے کی علمی کاوشیں انجام دیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ۱۷۵۰ء اور ۱۷۸۰ء کے درمیان ۱۷ ضخیم جلدوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا تحریر کیا جس کا نام Encyclopedia or Rational Dictionary of Science Arts and Trades رکھا گیا۔ اس کے ایڈیٹرز Denis Diderat اور Jaean Le Rond Alembert تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ اس انسائیکلوپیڈیا میں Paul, Heurl Holbach Jacqus, Turgo, Rousseau, Montesquieu, Voltaire وغیرہ نے بھی کافی مقالات تحریر کیے۔ انھوں نے جس علمیت پر زور دیا وہ تجربیت [Empericism] ہے۔ اس علمیت کے مطابق علم بنیادی طور پر اس دنیا سے بحث کرتا ہے۔ موجودہ دنیا سے علم اور قدر کی پہچان ممکن ہے۔ اس طرح علم و قدر کا مقصود [Reference point] آخرت نہیں ہے۔ چنانچہ سیاسیات ان تمام دعوؤں کو رد کرتی ہے جو کسی مقدس اتھارٹی کی بنیاد پر تشکیل پاتے ہیں۔

فلسفہ و علم سیاسیات افادیت پسندی کی اساس پر کھڑا ہے:

سیاسیات کے علم میں سیاسی ادارے خدا کی مرضی اور آخرت کی بنیاد پر نہیں جانچے جاتے بلکہ اس بنیاد پر جانچے جاتے ہیں کہ یہ کس قدر اس دنیا میں لذت فراہم کر رہے ہیں اس طرح سیاسیات بنیادی طور پر افادیت پسندی [Utilitarian] ہے۔ جہاں اعمال لذت کی بنیاد پر جانچے جاتے ہیں۔

فلسفہ سیاسیات [Political Philosophy] اور سیاسیات [Political Science] میں فرق ہے۔ فلسفہ سیاسیات وہ فکر ہے جو افلاطون، ارسطو، جان لاک اور کانٹ وغیرہ سے نکلتی ہے۔ اس فکر میں ہر فلسفی اپنی مابعد الطبیعیات اور علمیت کی بنیاد پر کچھ اخلاقی تصورات کو تشکیل دیتا ہے جس سے بعد میں جا کر وہ سیاسی تصورات اخذ کرتا ہے۔ جب کہ سیاسیات وہ علم ہے جو سائنسی طور پر دور تنویر کے مابعد الطبیعیاتی اور علمیاتی تصورات کی ادارتی صف بندی کو ممکن بناتا ہے۔ جس طرح ہم پہلے بھی یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ دور تنویر کی بنیادی قدر آزادی [یعنی

خدا سے بغاوت ہے]۔انسان اپنے آپ کو تخلیق خداوندی کا حصہ نہیں سمجھتا بلکہ تخلیق کرنے والی ہستی یعنی خود کو خدا سمجھتا ہے اور عقل وہ ذریعہ ہے جس سے انسان کی الوہیت اس دنیا میں قائم کی جاتی ہے۔

جب بھی کوئی سیاسیات کو سمجھنے کی کوشش کرے تو اسے ان مابعد الطبیعیاتی اور علمیاتی تصورات کی بنیاد پر سمجھنا چاہیے نہ کہ اس سے جدا کر کے۔

طریقہ کار [Methodology]:

سیاسیات اسی لیے سائنس ہے کہ اس کا طریقہ کار سائنسی نوعیت کا ہے۔اولاً اس نے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ استقرائی [Inductive] ہے۔عمومی قضایا [General Propositions] کچھ مخصوص قضیوں [Particular propositions] کے مشاہدے کے نتیجے میں حاصل کیے جاتے ہیں۔اس استقرائی عمل کے نتیجے میں کچھ قوانین وضع کیے جاتے ہیں جو ماضی کی وضاحت کرتے ہیں اور مستقبل کے بارے میں بتاتے ہیں۔اس طرح اس طریقہ کار میں فرد کے اعمال کی بنیاد پر سیاسی قوانین وغیرہ وضع کیے جاتے ہیں۔ہیوم نے ۱۸ویں صدی میں ہی اور بعد میں جا کر پاپر نے ۲۰ویں صدی میں یہ بات واضح کی کہ سائنسی علم استقرائیت کی بنیاد پر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ہم تجربے [Experience] کے ذریعے دو واقعات [Events] کے درمیان کوئی لازمی تعلق قائم نہیں کر سکتے،اس کے علاوہ جس چیز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اس پر مشاہدہ کرنے والا اپنی نظریاتی فکر عائد کر دیتا ہے۔اس طرح استقرا میں ہمیشہ غلطی کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

علم سیاسیات کا ہدف: کیا چیز قابل عمل ہے

آج کل سیاسیات میں جو طریقہ کار استعمال ہو رہا ہے وہ پاپر کا Falsificationsm ہے۔اس طریقہ کار میں نظریہ مشاہدے سے پہلے ہوتا ہے۔نظریات اس وقت تک صحیح مانے جاتے ہیں جب تک مشاہدے کے ذریعے ان کی خامی واضح نہ ہو جائے یعنی جب تک تجربے کے ذریعے وہ غلط نہ ثابت ہو جائیں۔ورنہ اس وقت تک اسے امکانی طور پر قبول کیا جائے گا۔اس طرح ترجیحات کو پہلے سے طے کر لیا جاتا ہے جب کہ Post popperian طریقہ کار میں عام طور پر مارکیٹ کو ماڈل کے طور پر لیا جاتا ہے۔اس میں عملیت پسندی [pragmatism] کا عنصر بھی شامل ہو گیا ہے۔جس میں اس چیز سے بحث نہیں کی جاتی کہ سچ کیا ہے بلکہ صرف اس چیز پر غور کیا جاتا ہے کہ کیا چیز قابل عمل ہے؟ چنانچہ موجودہ علم سیاسیات کا رجحان حق کی تلاش کی طرف نہیں ہے بلکہ کیا چیز قابل عمل ہے۔اسی کی بنیاد پر سیاسی اداروں کو جانچا جاتا ہے کہ کس قدر انسان لذت کو بڑھانے میں معاون ثابت ہو رہے ہیں۔ان کے خیال میں مغربی نظام وہ معیارات فراہم کرتا ہے جس کی بنیاد پر دوسرے نظام اور اصولوں کو جانچا جا سکتا ہے۔جو اصول مغربی نظام سے میل نہیں رکھتا وہ درست نہیں ہے اور جو میل کھاتا ہے وہ درست ہے۔ان کے مطابق مغربی ترجیحات فطری اور عقلی [Natural and Rational] ہیں۔اس کے علاوہ غیر مغربی اقدار غیر فطری اور غیر عقلی ہیں۔یہ ترجیحات دور تنویر کی اقدار ہیں جو ان کے خیال میں مستقل رہنی چاہیں۔تاکہ چیزوں

کے جانچنے کا ایک معیار قائم رہے۔ یہ مفروضات مغرب کی سیاست کی تعریف ہیں جو کہ یہ ارسطو سے لیتے ہیں۔ اس کے مطابق سیاست ایک تعلق ہے مساوی لوگوں کے درمیان کہ اس میں رعایا کا کوئی تصور موجود نہیں ہے اور بادشاہ حاکم نہیں ہے بلکہ شہری حاکم ہیں، عوام مساوی ہیں اور ان کے درمیان رشتہ سیاست ہے۔ عوام آزاد ہیں جو فیصلہ چاہیں کر سکتے ہیں جس طرح کی چاہے زندگی بسر کر سکتے ہیں اس ضمن میں اہم قدر صرف آزادی ہے۔ لیکن ارسطو کے پاس آزادی ایک ذریعہ ہے Human Flourishing کا، ارسطو کے پاس Virtue کا ایک تصور ہے لیکن دور تنویر نے اسے رد کر دیا اور آزادی بطور ہدف کے سامنے آئی اس طرح آزادی اور Human Flourishing ہم معنی الفاظ بن گئے ہیں۔ ادارتی صف بندی اس کی بنیاد پر ہونے لگی کہ انسان کو کس قدر آزادی مل سکے گی۔ وہ ادارے زیادہ بہتر سمجھے جائیں گے جو انسان کی آزادی میں زیادہ اضافہ ممکن بنائیں گے۔ Functionalists کے پاس کسی بھی سیاسی ادارہ کی قدر اس سے پہچانی جاتی ہے کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام میں کس قدر معاون ثابت ہو رہا ہے۔ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ اداروں کی حقانیت [Legitimacy] کے لیے انھیں علاقائی طور پر قابو [Locally Control] کیا جائے۔ یہ لوگ نظام، نظریے، ثقافت [System, theory & culture] کی بات کرتے ہیں کہ مختلف معاشروں میں مختلف طریقے استعمال کر کے سرمایہ داری کو کس طرح مستحکم کیا جائے؟ اس طرح چینی سرمایہ داری مختلف ہوگی امریکی سرمایہ داری سے اور امریکی سرمایہ اری مختلف ہوگی جاپانی سرمایہ داری سے وغیرہ وغیرہ۔ اس نظریہ کا یہ دعویٰ ہے کہ سرمائے میں اضافے سے انسان چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا ہے، صرف مختلف معاشروں میں مختلف طریقوں سے سرمایہ داری کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔

جدیدیت سازی ر جمہوریت سازی [Modernization / Democratization] کا تصور Functionalism کی ہی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ مغرب کے تصورات حق ہیں۔ اسے عالمگیر [Universalize] کرنے کی ضرورت ہے۔ سرمایہ دارانہ مارکیٹ اور لبرل اقتدار کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ اسے بجالانے کے لیے ضرورت ہے کہ لبرل جمہوریت کا اہتمام تمام معاشروں میں کیا جائے اور اینٹی لبرل قوتوں کو ختم کر دیا جائے۔ تاکہ سرمایہ دارانہ نظام کے پھلنے پھولنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔

سرمایہ دارانہ نظام کو ہم بنیادی طور پر ایک غیر فطری نظام سمجھتے ہیں۔ اس نظام کو ایک خاص طریقہ سے نافذ کیا جاتا ہے۔ ریاست کو اس کے لیے اس طرح قابل عمل کیا جاتا ہے کہ وہ اس نظام کے چلنے میں مددگار ثابت ہوا۔ فرد کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ utility calculus ضروری ہے، لذات کا حصول اور سرمایے میں اضافہ انسان کے لیے ناگزیر ہے۔ ریاستی سطح پر اس چیز کا اہتمام اور اس کے لیے عقلی دلائل جو علم مہیا کرتا ہے وہ سیاسیات ہے۔ اس لیے تحریکات اسلامی کو چاہیے کہ وہ سیاسیات کو بطور ایک علم کے رد کریں اور اپنی پالیسیاں اس علم کے تحت بنانے سے گریز کریں۔ سیاسیات ریاستی سطح پر وہ علم ہے جو کہ حرص وحسد [سرمایہ] کو وظیفہ ریاست کے طور پر نافذ کرتا ہے اور مذہبی اقدار کو پھلنے پھولنے نہیں دیتا۔